نہج البلاغہ کی روشنی میں

حکومت کی ضرورت و اہمیت

روشن علی[1]

roshanali007@yahoo.com

کلیدی کلمات: حکومت، امام، والی، ولی امر، حاکم، القیم، رعایا، اُمت۔

خلاصہ

نہج البلاغہ میں حکومت کی ضرورت اور اہمیت کے مسئلے کو امام علیؑ نے خاص حکیمانہ روش سے بیان کیا ہے۔ آپؑ خود حکومت کا عملی تجربہ کر رہے تھے اور اس کی مشکلات سے آگاہ تھے۔ لہٰذا آپؑ نے اس موضوع پر عملی تجربات کی روشنی میں رہنمائی فرمائی۔ امامؑ نے حکومت، حاکم اور عوام کے لئے کون سے الفاظ اور اصطلاحات استعمال کی ہیں، یہاں ان کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور ان سب کی مثالیں نہج البلاغہ کے مختلف خطبات سے پیش کی گئی ہیں۔ پھر امام علیؑ نے امام، والی اور ولی امر کے لئے کچھ فرائض بیان کئے ہیں اور حاکم و رعایا کے متقابل حقوق کو ذکر کرتے ہوئے حکومت کی ضرورت بیان کی ہے۔ آپؑ خوارج کے مغالطوں کے جواب میں واضح کرتے ہیں کہ کائنات پر اصلی حاکمیت اللہ ہی کی ہے لیکن اُس کے قوانین کے اجرا کے لئے کوئی نہ کوئی حاکم ہو نا ضروری ہے۔ پھر حاکم کے فرائض بیان کرتے ہیں کہ حاکم اپنے آپ کو اپنی عوام کے غریب فرد کی زندگی پر رکھے۔ پھر اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ حکومت حق ہے یا فریضہ؟ امیر المومنینؑ اپنے مختصر سے بیان میں حکومت کو حق بھی سمجھتے ہیں اور فریضہ بھی۔

مقدمہ

نہج البلاغہ میں حکومت کا مسئلہ، اس عظیم کتاب میں زندگی کے دوسرے سینکڑوں مسائل کے مانند محققین اور مولفین کی روش کے برخلاف دوسری روش کو پیش کیا ہے۔ البتہ ایسا بھی نہیں ہے کہ حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) نے حکومت کے بارے میں نیا باب یا نئی فصل بیان کی ہو اور مقدمات کو ترتیب دے کر نتیجہ گیری کی ہو، دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی ان کے کلام اور گفتگو کی روش ایک حکیمانہ روش ہے یعنی مقدمات سے عبور کرکے نتیجہ پر غور وخوض کرنا۔ لیکن ایک بزرگ حکیم کے نظریہ کے مانند ہے، جو سرچشمۂ وحی سے قریبی رابطہ رکھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ نہج البلاغہ میں حکومت کا مسئلہ ایک تجریدی بحث کی صورت میں نہیں ہے، چونکہ حضرت امام علی علیہ السلام حکومتی امور سے سروکار رکھتے تھے حاکم کے عنوان سے اور اس شخص کے عنوان سے گفتگو کی ہے، جو اسلامی ملک کے چلانے میں مختلف مشکلات و مصائب اور دوسری پریشانیوں سے دچار ہو اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے ہم یہاں پر حکومت کے متعلق آپ علیہ السلام کے نظریات کو جو نہج البلاغہ میں موجود ہیں انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کریں گے ترجمہ کے لیے مفتی جعفر حسین کے نسخہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ بہترین مسائل جن کی طرف ہماری زیادہ توجہ ہونی چاہیئے مندرجہ ذیل مسائل ہیں:

---

[1] ۔اسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، ایف 10/3 اسلام آباد

حکومت کے معنی و مفہوم

سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ کیا حکومت حضرت امام علی (علیہ السلام) کی نظر میں اسی معنی میں ہے جو نئی اور پُرانی دنیا کی تہذیب و تمدن میں رائج ہے؟ یعنی حکومت، فرمانروائی، سلطہ، حاکمیت کے ہم معنی و مترادف ہے گاہ بہ گاہ حاکم یا حکّام امور زندگی میں کچھ امتیازات اور برتری کے حامل ہوتے ہیں یا نہیں؟ "حکومت" نہج البلاغہ کے ادب میں دوسرا مفہوم رکھتا ہے؟

ہم اس باب میں نہج البلاغہ کے چند کلمہ اور مشخص اصطلاح سے استفادہ کریں گے، حاکم کے لئے امام، والی، ولی امر اور القیم، حکومت کے لیے الامر اور الامرۃ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور عوام کے لئے رعیۃ اور امۃ کے الفاظ۔ ان میں سے چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

حاکم کے لیے استعمال کئے گئے الفاظ

عربی زبان کی مرسوم تعبیرات میں حاکم کے لئے مندرجہ ذیل تعبیرات وعناوین پائے جاتے ہیں۔ سلطان اور مَلِکْ، کلمہٴ سلطان کے بطن میں "حاکم میں سلطہ" کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی جو شخص حاکم ہے سلطہ گری کے پہلو کی وجہ سے قابل توجہ ہے دوسرے عوام کے امور زندگی میں مداخلت نہیں کرسکتے لیکن وہ کرسکتا ہے۔ ملک، ملوکیت، مالکیت میں عوام کے تملّک کے مفہوم یا لوگوں کے سرنوشت کے تملّک کو شامل ہے۔ نہج البلاغہ میں اسلامی سماج کے حاکم کو ہرگز ملک یا سلطان کے عنوان سے یاد نہیں کیا گیا ہے لیکن سلطان کا لفظ صرف اللہ تعالی کی بادشاہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

نہج البلاغہ کی تعبیرات میں ایک تعبیر امام سے لی گئی ہے جس کے معنی رہبر و پیشواکے ہیں۔ رہبر وہ شخص ہے کہ اگر ایک گروہ یا ایک امت کو اپنے پیچھے چلاتا ہے تو وہ خود سب سے آگے آگے ہوتا ہے۔ حرکت اور پیش روئی اور آگے بڑھنے کا مفہوم اس راستے میں جہاں پر لوگ حرکت کرتے ہیں، امام کے معنی و مفہوم میں پایا جاتا ہے۔ نہج البلاغہ میں حاکم اور حکومت کے لیے جو اصطلاحات استعمال کی گئیں ان کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا گیا۔ اب عوام کے لیے جو الفاظ استعمال کیا گیا ہے ان جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

امام

إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْإِمَامِ إِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ الْإِبْلَاغُ فِي الْمَوْعِظَةِ۔ (1)

ترجمہ: "امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے اسے انجام دے اور وہ یہ ہے کہ وعظ و نصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے اور انہیں نصیحت کرنے میں پوری پوری کوشش کرے۔ سنت کو زندہ رکھے۔ جن پر حد لاگو ہوتی ہے ان پر حد جاری کرے اور ان حصوں کو ان کے اصلی وارثوں تک پہنچائے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

اعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللهِ عِنْدَ اللهِ إِمَامٌ عَادِلٌ هُدِيَ وَهَدَى فَأَقَامَ سُنَّةً مَعْلُومَةً وَأَمَاتَ بِدْعَةً مَجْهُولَةً۔ (2)

ترجمہ: "یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہترین وہ بندہ ہے جو عادل و انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جانی پہچانی سنت کو مستحکم کرے اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے۔"

دوسری تعبیر والی ہے

کلمہٴ والی ولایت یا ولایت سے اخذ کیا گیا ہے اس کلمہ کے مشتقات پر توجہ کرتے ہوئے اس کے مورد نظر پہلو کی طرف پہنچا جاسکتا ہے۔ لغت میں ولایت کے معنی دو چیز کے درمیان اتصال وارتباط کے ہیں۔ ولایت یعنی دو چیز کو آپس میں اس طرح متصل ہو جانا جن کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ نہ ہو، یعنی مکمل ارتباط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ولایت کے معنی ہیں البتہ ولایت کے دوسرے معنی بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

ولایت بمعنی محبت، ولایت بمعنی سرپرستی، ولایت بمعنی غلام کا آزاد کرنا، ولایت بمعنی مولا یا غلام، (ان تمام معنی سے) یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ ولایت کے معنی میں جن نوع ارتباط کو ذکر کیا جاتا ہے وہ سب کے سب ارتباط اور پیوند واتصال کے مصادیق ہیں، قوم اور رعایا کا والی، وہ شخص ہے جو لوگوں کے امور کا ذمہ دار ہے اور ان سے ارتباط رکھتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور نہج البلاغہ کی نظر میں حکومت کا یہی معنی ہے۔اس کی چند مثالیں درج ذیل پیش کی جارہی ہیں:

الوالی

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْوَالِي عَلَى الْفُرُوجِ وَ الدِّمَاءِ وَ الْمَغَانِمِ وَ الْأَحْكَامِ وَ إِمَامَةِ الْمُسْلِمِينَ الْبَخِيلُ فَتَكُونَ فِي أَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهُ وَ لَا الْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهِ وَ لَا الْجَافِي فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَائِهِ وَ لَا الْحَائِفُ لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْماً دُونَ قَوْمٍ وَ لَا الْمُرْتَشِي فِي الْحُكْمِ فَيَذْهَبَ بِالْحُقُوقِ وَ يَقِفَ بِهَا دُونَ الْمَقَاطِعِ وَ لَا الْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ الْأُمَّةَ ۔ (3)

ترجمہ: "تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت، احکام اور مسلمانوں کی امامت و رہبری کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا نہ کوئی جاہل حاکم ہو کیونکہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا۔ نہ کوئی ظالم حاکم ہو کیونکہ وہ اپنے ظلم اور جور سے لوگوں کو پریشان کردے گا۔ نہ کوئی مال اور دولت میں بے راہ روی کرنے والا ہو کیونکہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ لوگوں کو محروم کردے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا ہو کیونکہ وہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کردے گا اور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کرنے والا حاکم ہو کیونکہ وہ امت کو تباہ وبرباد کردے گا۔"

وَ أَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهُ مِنْ تِلْكَ الْحُقُوقِ حَقُّ الْوَالِي عَلَى الرَّعِيَّةِ وَ حَقُّ الرَّعِيَّةِ عَلَى الْوَالِي فَرِيضَةٌ فَرَضَهَا اللهُ سُبْحَانَهُ لِكُلٍّ عَلَى كُلٍّ فَجَعَلَهَا نِظَاماً لِأُلْفَتِهِمْ وَ عِزّاً لِدِينِهِمْ ۔ (4)

ترجمہ: " اور سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ نے فرض کیا ہے، وہ ہے حکمران کا حق رعیت پر اور رعیت کا حق حکمران پر، کہ جسے اللہ نے حکمران اور رعیت میں سے ہر ایک پر فرض کیا ہے۔ پس حکمران اور رعیت کے حق کو اس لیے بڑا قرار دیا ہے کہ اسے رابطہ محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔"

القیم

اسی طرح حاکم کے لیے القیم کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام القیم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

وَ مَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَ يَضُمُّهُ فَإِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَ ذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَداً۔ (5)

ترجمہ: "امورِ سلطنت میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو کہ انہیں سمیٹ کر رکھتا ہے۔ جب ڈورا ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جاتے ہیں اور پھر کبھی سمٹ نہیں سکتے۔"

اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مفتی جعفر حسین لکھتے ہیں:۔" حضرت کا ارشاد ہے کہ حاکم کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کے گرد نظام مملکت گھومتا ہے، ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی خاص شخصیت کے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حکمران مسلمان ہو یا کافر، عادل ہو یا ظالم، نیک عمل ہو یا بدکردار مملکت کے نظم و نسق کے لیے اس کا وجود ناگزیر ہے۔" (6)

ولی امر

ولی امر، یعنی اس کام کا ذمہ دار، کلمۂ متصدی میں کسی قسم کی برتری کا مفہوم نہیں پایا جاتا ہے۔اسلام سماج ایک عظیم کارخانہ کے مانند ہے کہ جو کئی حصّوں، مشینوں، اسکروؤں اور بولٹوں اور چھوٹے بڑے پر تاثیر اور کم تاثیر حصّوں سے وجود میں آیا ہے، اس کے حصوں میں اس کا ایک حصہ، وہ حصہ ہے جس کو معاشرے کا حاکم تشکیل دیتا ہے، جو دوسرے تمام حصوں کے مانند ہے۔وہ بھی دوسرے باقی اجزاء اور عناصر کے مانند اس مجموعہ کو تشکیل دینے والا ہے، ولی امر اس کام کا متصدی (ذمہ دار) ہے۔

اس کام کا متصدی کسی قسم کی برتری کا طالب نہیں ہے اور نہ اس کی توقع رکھتا ہے۔اس کی وضع زندگی میں عملی اعتبار سے کسی قسم کی برتری اور مادی چیزیں اس سے تعلق نہیں رکھتی ہیں، اگر وہ اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح نبھا سکتا ہے اس ذمہ داری کی انجام دہی کی وجہ سے معنوی مقدار میں اس کے معنوی حیثیت کو جلب کرے گی اتنی ہی مقدار میں اپنی حیثیت کسب کرے گا۔نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ، نہج البلاغہ میں یہی حکومت کا مفہوم ہے۔اس تعبیر کی بناء پر نہج البلاغہ میں حکومت کے (معنی) میں سلطہ گری کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ہے۔برتری طلبی کا کوئی بہانہ نہیں پایا جاتا دوسری طرف نہج البلاغہ کی تعبیر میں عوام کو رعایا سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَيْسَتْ تَصْلُحُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا بِصَلَاحِ الْوُلَاةِ وَلَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ إِلَّا بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِيَّةِ۔ (7)

ترجمہ: "پس رعیت کی اصلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک حکام صالح نہ ہو اور حکام بھی اسی وقت اصلاح سے آراستہ ہو سکتے ہیں جب رعیت ان کے احکام کی انجام دہی کے لیے آمادہ ہو۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَتَى كُنْتُمْ يَا مُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ وَوُلَاةَ أَمْرِ الْأُمَّةِ بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ وَلَا شَرَفٍ سَابِقٍ۔ (8)

ترجمہ: "اے معاویہ بھلا تم لوگ کب رعیت پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے اور کب امت کے والی و سرپرست تھے؟ بغیر کسی پیش قدمی اور بغیر کسی بلند عزت و منزلت کے۔"

حکومت کے لیے درج ذیل الفاظ کا استعمال ہوا ہے

حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) نہج البلاغہ کے اہم حصوں میں حکومت کے حدود کی طرف اشارہ کرتے ہیں، شاید نہج البلاغہ میں دسیوں جملوں کی طرف نشاندہی کی جاسکتی ہے۔جو حضرت امام علی (علیہ السلام) کی نظر میں حکومت کے معنی و مفہوم کو مشخص کرتے ہیں منجملہ مالک اشتر کے خط کی ابتداء میں پڑھتے ہیں:

جِبَايَةَ خَرَاجِهَا وَجِهَادَ عَدُوِّهَا وَاسْتِصْلَاحَ أَهْلِهَا وَعِمَارَةَ بِلَادِهَا۔ (9)

ترجمہ: "تاکہ وہاں کی ہم مالیات کو جمع کریں، اور ان کے دشمنوں سے جنگ کریں، اور وہاں کے باشندوں کے حالات کی اصلاح کریں، وہاں کے شہروں کو آباد کریں۔"

یہ حکومت کا معنی و مفہوم ہے۔اگر مالک اشتر عصر کے حاکم اور والی اور گورنر کے عنوان سے معین ہوتے ہیں یہ اس لئے نہیں ہے کہ اپنے لئے کوئی عنوان یا کوئی اقتدار حاصل کریں یا کوئی مادی فائدہ سے بہرہ مند ہوں، بلکہ اس لئے ہے وہ اس کام کو ملک کو چلانے کے لئے انجام دیں ان سے

مالیات لیں، عوام کے دشمنوں سے مبارزہ کریں، ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھیں ان کو صلاح سے قریب کریں (اس صلاح کا بھی ایک وسیع مفہوم ہے جو مادی اور معنوی دونوں کو شامل ہے۔
جو حضرت امام علی (علیہ السلام) کے نظریہ کے مطابق نہج البلاغہ کی منطق میں پیش کیا گیا ہے)۔ شہروں اور اپنی حکومت کے حدود کو آباد کریں، یعنی خلاصہ کے طور پر، انسانوں کو (انسان) بنائیں، زمین کو آباد کریں اخلاق اور معنوی اقدار کو ترقی دیں، لوگوں کی ذمہ داریوں اور جو کچھ حکومت کے بارے میں ان کی گردن پر ہے، اس کا نفاذ کرے۔

الامرۃ اور الامر

أَمَّا الْإِمْرَةُ الْبَرَّةُ فَيَعْمَلُ فِيهَا التَّقِيُّ وَأَمَّا الْإِمْرَةُ الْفَاجِرَةُ فَيَتَمَتَّعُ فِيهَا الشَّقِيُّ إِلَى أَنْ تَنْقَطِعَ مُدَّتُهُ وَتُدْرِكَهُ مَنِيَّتُهُ۔ (10)

ترجمہ: "اگر حکومت نیک اور صالح ہو گی تو اس میں متقی و پرہیزگار انسان اچھے اعمال کرتا ہے۔ اگر حکومت فاجر ہو گی تو اس میں بدبخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کا زمانہ ختم ہو جائے اور موت انہیں پا لے۔"

ان دونوں الفاظ کی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِهَذَا الْأَمْرِ أَقْوَاهُمْ عَلَيْهِ وَأَعْلَمُهُمْ بِأَمْرِ اللهِ فِيهِ۔ (11)

ترجمہ: "اے لوگو! تمام لوگوں میں اس حکومت و خلافت کا اہل وہ ہے، جو اس کو چلانے کی سب سے زیادہ قوت رکھتا ہو۔"

عوام کے لیے استعمال کئے گئے الفاظ

الرعیۃ اور الامۃ

نہج البلاغہ میں "الرعیۃ" کا لفظ 23 مرتبہ استعال ہوا ہے اور یہ لفظ عوام کے معانی میں زیادہ استعمال ہوا ہے کیونکہ رعیۃ کا لفظ بیشتر مقامات پر والی کے بعد استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح "الامۃ" کا لفظ 26 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

الرعیۃ: وہ افراد جن کی حفاظت، نگرانی اور دیکھ بھال کی ذمہ داری والی کے کاندھے پر ہے۔ یہ نگرانی اور حفاظت کبھی کبھی بے جان چیز کی کی جاتی ہے۔ اس کا ایک الگ مفہوم اور معنی ہے کبھی کبھی یہ حفاظت و نگرانی کسی جاندار چیز سے مربوط ہے تو اس کا ایک الگ مفہوم ہے۔ کبھی کبھی یہ حفاظت اور نگرانی کا تعلق انسانوں سے ہے یعنی انسان اپنی شخصیت کے تمام پہلو کے ساتھ آزاد خواہی کے ساتھ اپنی معنوی افزائش طلبی کے ساتھ، اپنے ارمان واہداف کے ساتھ، ان تمام کو ایک مجموعہ کے عنوان سے نظر میں رکھے، انسانوں کو ان تمام مجموعہ کے ساتھ مورد رعایت قرار دے۔

یہ وہی چیز ہے جس کی اسلامی تہذیب میں ہمیشہ لحاظ کیا گیا ہے۔ اس بارے میں کمیت اسدی فرماتے ہیں: ''ساست لاکمن یرعی الناس سواء و رعیۃ الانعام'' وہ سیاست مدار جو انسانوں کی مراعات کو حیوانوں کی مراعات کے مانند نہیں سمجھتے، یعنی انسان کو ان کی انسانیت کے ساتھ مراعات کی جانی چاہیئے، نہج البلاغہ کی تعبیر میں رعایا اور عوام کی تعبیر کا یہی معنی و مفہوم ہے، خلاصہ کے طور پر جب کہ ہم نہج البلاغہ میں حکومت کے معنی و مفہوم کی تلاش میں ہیں تو ایک طرف سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جو حکومت کے سب سے پہلے عہدے پر ہے، والی ہے، ولی امر ہے، جو لوگوں کے امور کا ذمہ دار ہے اہم فریضہ کا مکلّف اور عہدہ دار ہے وہ انسان ہے جس کے کاندھے پر بڑی ذمہ داری کا بوجھ ہے۔

لیکن دوسری طرف، عوام ہے جن کو ان کی تمام اقتدار کے ساتھ تمام حسرتوں کے ساتھ، ان کی تمام شخصیت کو تشکیل دینے والے عناصر کے ساتھ مراعات کیا جائے ان (نہج البلاغہ میں) حکومت کا جو معنی و مفہوم ہے اس مفہوم میں کسی سلطہ گری کا تصور ہے نہ زور و زبردستی کا اور نہ زیادہ خواہی کا۔ حضرت علی علیہ السلام رعیت کے طبقات یوں بیان کرتے ہیں:

اعْلَمْ أَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلُحُ بَعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ وَ لَا غِنَى بِبَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ فَمِنْهَا جُنُودُ اللهِ وَ مِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَ الْخَاصَّةِ وَ مِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ وَ مِنْهَا عُمَّالُ الْإِنْصَافِ وَ الرِّفْقِ وَ مِنْهَا أَهْلُ الْجِزْيَةِ وَ الْخَرَاجِ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَ مُسْلِمَةِ النَّاسِ وَ مِنْهَا التُّجَّارُ وَ أَهْلُ الصِّنَاعَاتِ وَ مِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ ذَوِي الْحَاجَةِ وَ الْمَسْكَنَةِ وَ كُلٌّ قَدْ سَمَّى اللهُ لَهُ سَهْمَهُ وَ وَضَعَ عَلَى حَدِّهِ فَرِيضَةً فِي كِتَابِهِ أَوْ سُنَّةِ نَبِيِّهِ ص عَهْداً مِنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوظاً۔ (12)

ترجمہ: "اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رعیت و عوام میں کئی طبقات ہیں، جن کی فلاح و بہبود ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے، دوسرا طبقہ وہ جو عمومی اور خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے، تیسرا طبقہ انصاف کرنے والے قاضی اور جج ہیں، چوتھا طبقہ حکومت کے وہ عمال ہیں جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے، پانچواں طبقہ جزیہ اور خراج دینے والے لوگوں کا ہے چاہے وہ غیر مسلم ذمی ہوں یا مسلمان ہوں، چھٹہ طبقہ تاجروں اور صنعتگروں کا ہے، ساتواں طبقہ سب سے پست اور حاجتمند فقیروں اور مسکینوں کا ہے۔ اللہ نے ہر ایک کا حق متعین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبوی ﷺ میں اس کی حد بندی کر دی ہے اور وہ مکمل دستور ہمارے پاس موجود ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام حکومت کا عوام کے ساتھ بہترین طریقے سے پیش آنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ إِمَّا أَخٌ لَكَ فِي الدِّينِ وَ إِمَّا نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ يَفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ وَ تَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ وَ يُؤْتَى عَلَى أَيْدِيهِمْ فِي الْعَمْدِ وَ الْخَطَإِ فَأَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَ صَفْحِكَ مِثْلِ الَّذِي تُحِبُّ وَ تَرْضَى أَنْ يُعْطِيَكَ اللهُ مِنْ عَفْوِهِ وَ صَفْحِهِ فَإِنَّكَ فَوْقَهُمْ وَ وَالِي الْأَمْرِ عَلَيْكَ فَوْقَكَ وَ اللهُ فَوْقَ مَنْ وَلَّاكَ وَ قَدِ اسْتَكْفَاكَ أَمْرَهُمْ۔ (13)

ترجمہ: "عوام میں دو قسم کے لوگ ہیں یا تو تمہارے دینی بھائی ہیں یا تمہاری جیسی مخلوق جو اقلیتی غیر مسلم ہیں۔ان سے لغزشیں بھی ہونگی اور خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا اور ان کے ہاتھوں سے عمداً یا سہواً غلطیاں بھی ہوں گی تم ان سے اسی طرح عفو و درگذر سے کام لینا جس طرح اللہ سے اپنے لیے عفو و درگذر کو پسند کرتے ہو۔"

اسی طرح عوام کے ساتھ عدل و انصاف کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ وَ ظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ وَ إِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ وَ لَا تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ إِلَّا بِحِيطَتِهِمْ عَلَى وُلَاةِ الْأُمُورِ وَ قِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ وَ تَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ۔ (14)

ترجمہ: "بے شک حکمرانوں کے لیے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل اور انصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے۔ ان کی محبت اس وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب ان کے دلوں میں میل نہ ہو۔ اور ان کی خیر خواہی اسی صورت ثابت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کے لیے گھیرا ڈالے رہیں۔ ان کا اقتدار سر پر پڑا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمے کے لیے گھڑیاں گنتے رہیں۔"

حکومت کی ضرورت

یہ خود ایک بحث ہے کہ کیا ایک انسانی سماج کے لئے حاکم وحکومت کاوجود ضروری چیز ہے یا نہیں؟اس بحث سے نتیجہ اخذ کرنا اجتماعی وسماجی زندگی میں ضروریات سے ملتزم ہونے کے معنی میں ہے اور صرف اس بات میں منحصر نہیں ہے کہ ہم تسلیم کریں کہ سماج کے لئے حکومت ضروری ہے بلکہ ہماری بحث کا نتیجہ حاکمیت اور فرمانبرداری کی راہ وروش میں اور سماج کے چلانے میں بھی مخصوص مشخصات وخطوط کھینچے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب خوارج کا قول لاحکم الاّ للہ سنا توان کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے:

كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا بَاطِلٌ نَعَمْ إِنَّهُ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ وَ لَكِنَّ هَؤُلَاءِ يَقُولُونَ لَا إِمْرَةَ إِلَّا لِلَّهِ وَ إِنَّهُ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَ يَسْتَمْتِعُ فِيهَا الْكَافِرُ وَ يُبَلِّغُ اللَّهُ فِيهَا الْأَجَلَ وَ يُجْمَعُ بِهِ الْفَيْءُ وَ يُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ وَ تَأْمَنُ بِهِ السُّبُلُ وَ يُؤْخَذُ بِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ حَتَّى يَسْتَرِيحَ بَرٌّ وَ يُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔ (15)

یہ جملہ تو صحیح ہے مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں وہ غلط ہے۔ ہاں بے شک حکم اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری خواہ وہ اچھا ہو یا برا ہو۔

نہج البلاغہ میں یہ بحث ایک خاص گروہ کے مقابلہ میں پیش کی جاتی ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے۔ایک سماج میں ہمیشہ قدرت مندانہ رجحان ایسے افراد میں پایا جاتا ہے، جو سماج میں اپنی ایک حیثیت اور مقام بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے لئے سماج کی عمومی رواں کو نہیں مانتے وہ اپنے کو اجتماعی زندگی کی ضروریات سے ،جو انسانوں کے کاندھے پر رکھی جاتی ہے آزاد رکھنا چاہتے ہیں وہ اجتماعی اور سماجی عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں۔

یہ رجحان ہمیشہ انسانی سماج میں پایا جاتا رہا ہے اور آج بھی ہے آئندہ بھی رہے گا جب تک کہ انسانی اخلاقی کمال کی منزل تک نہیں پہنچے گا۔ان کی مثال ان لوگوں جیسی ہے ،جو کسی کشتی میں سوار ہوں اور اس میں سوراخ کردیں یا وہ ایک ٹرین میں سوار ہیں وہ چاہتے ہیں کہ وہ جس ڈبہ میں سوار ہیں یا وہ جس کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ ان کو ایسی جگہ اتار دے جو ان کی نظر میں آب و ہوا کے اعتبار سے بڑی اچھی جگہ ہے اور اگر ضروری ہو تو پوری گاڑی رک جائے ، اس پر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ ایک اجتماعی زندگی کی ضروریات ،جو انسان پر تحمیل کی جاتی ہے ان کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے۔ اگر سماج میں یہ جابرانہ رجحان پھلنے اور پھولنے کا موقع پا جائے ، تو اس کا نتیجہ افراتفری کا ہو جائے گا۔

حضرت امام علی (علیہ السلام) اس رجحان کے رکھنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں : "لابدّ للنّاس من امیر" 3 "لوگوں کے لئے اور حاکم ہونا ضروری ہے۔" حضرت امام علی (علیہ السلام) یہ جملہ ایک خاص گروہ کے بارے میں فرمارہے ہیں جو حکومت کی ضرورت کا منکر تھا اور اگر باطنی طور پر ریاست طلبی کے رجحان سے قدرت وطاقت کی طرف جھکاؤ پیدا ہوتا ہے لیکن ظاہری طور پر اس جذبے کے اوپر کسی فلسفہ کی رونق پائی جاتی ہے تو یہ وہی چیز ہے جس کا ہمیں عصر امیر المومنین (علیہ السلام) میں سراغ ملتا ہے۔

خوارج میں کچھ سچ لیکن اشتباہ تھا اور کچھ کچھ ایک غرض کے تحت کہہ رہے تھے :لا حکم الاّ للہ یعنی "ہمیں سماج اور معاشرے میں حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔" حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) اس جملہ لاحکم الاّ للہ کے معنی کو بیان کرتے ہیں اور ان کی غلطی کی وضاحت کررہے ہیں ۔ ہمیں یقین نہیں آتا خوارج کا سردار اشعث بن قیس غلطی کررہا تھا ہمیں یہ بھی یقین نہیں آتا کہ حضرت امام علی (علیہ السلام) کے موذی سیاست مدار رقیب اس رجحان کے ایجاد کرنے میں بظاہر الٰہی اور توحیدی نقش نہیں رکھتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں حکومت خدا سے مخصوص ہے ہمیں حکومت نہیں چاہیئے اگر اس دن امام علی علیہ السلام اس مغالطہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے یا ان لوگوں کے اجتماعی ہیجان کے سامنے ،جو اپنی سادہ دلی کی وجہ سے اس کلمہ ٔ باطل کو قبول کر چکے تھے، سر تسلیم خم کر دیتے اور معزول ہو جاتے تو اس وقت وہی لوگ جو کہہ رہے تھے ہمیں حکومت کی ضرورت نہیں ہے حکومت کے دعویدار بن جاتے اور وارد میدان ہو جاتے۔

حضرت امام علی (علیہ السلام) فرماتے ہیں: نہیں، "لا بد للناس من امام" سماج میں حکومت ضروری ہے۔ اور وہ لوگ جو بات کہہ رہیں وہ "کلمة حق یراد بها الباطل" بات حق کہہ رہے ہیں، لیکن اس سے باطل ارادہ کر رہے ہیں حقیقت میں یہ بات قرآن کریم کی ہے: "انّ الحکم الاّ لله" حکم و حکومت کا حق صرف خدا کو ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سماج کو حاکم اور حکومت کی ضرورت نہیں ہے: "نعم انّه لاحکم الا لله ولکن هؤلاء یقولون لا امرة الا لله" خوارج کہنا چاہتے ہیں کہ خود خدا سماج کو چلائے خدا کے علاوہ کسی کو سماج کو چلانے کا حق حاصل نہیں ہے، یعنی سماج کو کوئی انسان چلانے والا نہ رہے اس کو کسی حاکم کی ضرورت نہیں ہے۔

حکومت کے لئے حاکم کا ہونا ایک اجتماعی، فطری اور انسانی ضرورت ہے، سماج کو ایک حاکم کی ضرورت ہے انسانوں کی ضروریات زندگی کا تقاضہ ہے کہ حاکم پایا جائے، یہ جو کلمہ ٔلاحکم الاّ لله کہہ رہے تھے اس سے در حقیقت حضرت امام علی علیہ السلام کی حکومت کا انکار کر رہے تھے جس سے وہ ناخوش تھے در حالیکہ یہ جملہ لاحکم الاّ لله خدا کے شریک کی نفی کر رہا ہے، خدا کے قریب کی حاکمیت کی نفی اور انکار کر رہا ہے، وہ حاکمیت جو خدا کی حاکمیت کے مقابل میں ہو، حضرت امام علی (علیہ السلام) کی حاکمیت خدا کے مقابل میں نہیں تھی بلکہ خدا کی حاکمیت کے زیر سایہ تھی جس کا سر چشمہ حکومتِ خدا تھی۔

حضرت امام علی (علیہ السلام) اس مسئلہ کو واضح کر رہے ہیں کہ اگر کسی سماج میں ایسی حکومت جس کا منشأ حاکمیت خدا ہو پائی جائے اس وقت جو بھی لا حکم الاّ لله کے مفہوم کے برخلاف دکھائی دے وہ تحریک خدائی اور علوی تحریک کے برخلاف ہوگی۔ حضرت امام علی (علیہ السلام) اس تحریک سے بڑی قاطعیت کے ساتھ پیش آئے اور وہ خوارج جو راہ حق سے پھر گئے تھے اور اس کی طرف واپس نہیں آرہے تھے ان کا قلعہ قمع کر دیا۔

حکومت کی اہمیت

اگر حکومت نیک اور صالح ہوگی تو اس میں متقی انسان کو نیک اور صالح اعمال بجالانے کی آزادی ہوگی جس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

امّا الامرةُ البرّةُ فیعملُ فیها التَّقیُ۔ امّا الامرةُ الفاجِرةُ فَیَتَمَتَّعُ فیها الشَّقیُ الی ان تنقطِعَ مُدّتُهُ و تُدرِکَهُ مَنِیَّتُهُ۔ (16)

ترجمہ: "اگر حکومت نیک اور صالح ہوگی تو اس میں متقی و پرہیزگار انسان اچھے اعمال کرتا ہے۔ اگر حکومت فاجر ہوگی تو اس میں بدبخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کا زمانہ ختم ہو جائے اور موت انہیں پالے۔"

اس خطبے میں امام علی علیہ السلام اس اہم نکتے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ امارت و حکومت کے درمیان کیا فرق ہے؟ حاکمیت مطلقہ تو صرف اللہ تعالی کے لیے ہے قانون اور اس کا نفاذ، امر و نہی اور معاشرے کی کلی سیاست کی تشکیل دراصل اللہ کی رضا اور اس کے حکم سے ہونی چاہیے لیکن امارت جو سربراہی، رہبری اور سرپرستی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ ایسی چیز ہے جو اللہ کے بندوں کے سپرد کی گئی ہے اور کوئی معاشرہ اس سے بے نیاز نہیں ہے۔ بہر حال اگر معاشرہ صالح ہوگا تو صالح اور صحیح حاکمیت کو قبول کرے گا، اور اگر غیر صالح ہوگا اور رہبری کی تشخیص اس میں نہ ہوگی تو یہی امر، ظالم اور غیر صالح افراد کے تسلط کا باعث بن جائے گا۔

بہر حال حضرت علی علیہ السلام کے نظریہ کی روشنی میں بنیادی طور پر حاکمیت و رہبری کی ضرورت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پس کوئی بھی معاشرہ بغیر رہبر اور حاکم کے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا۔ چاہے وہ صالح اور قانونی ہو یا غیر صالح اور غیر قانونی ہو۔ کیونکہ اسی حاکم کے ذریعے امن اور امان قائم رہتا ہے، عدل اور انصاف قائم ہوتا ہے، ہر شخص کو اپنا حق ملتا ہے اور ہر ایک کو عمل کی آزادی ملتی ہے چاہے وہ مؤمن ہو یا شقی اور بدبخت ہو یا کافر ہو۔ کیونکہ اگر کوئی بھی حاکم نہ ہو تو اس وقت فتنہ اور فساد بڑھ جائے گا اور معاشرے کا امن اور امان تباہ و برباد ہو جائے گا لہٰذا ہر صورت میں ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے جو اس فتنہ اور فساد کو روک سکے۔

إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْإِمَامِ إِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ الْإِبْلَاغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَ الِاجْتِهَادُ فِي النَّصِيحَةِ وَ الْإِحْيَاءُ لِلسُّنَّةِ وَ إِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَى مُسْتَحِقِّيهَا وَ إِصْدَارُ السُّهْمَانِ عَلَى أَهْلِهَا۔ (17)

ترجمہ: "امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے اسے انجام دے اور وہ یہ ہے کہ وعظ و نصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے۔ اور انہیں نصیحت کرنے میں پوری پوری کوشش کرے۔ سنت کو زندہ رکھے۔ جن پر حد لاگو ہوتی ہے ان پر حد جاری کرے اور حصوں کو ان کے اصلی وارثوں تک پہنچائے۔"

اسی طرح جب حضرت علی علیہ السلام نے حضرت مالک اشتر کو جب مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تو اسے فرمایا:

جِبَايَةَ خَرَاجِهَا وَ جِهَادَ عَدُوِّهَا وَ اسْتِصْلَاحَ أَهْلِهَا وَ عِمَارَةَ بِلَادِهَا۔ (18)

ترجمہ: "وہ خراج جمع کریں، دشمنوں سے جہاد کریں، رعایا کی فلاح و بہبود کا انتظام کریں اور شہروں کی آبادی کا انتظام کریں۔"

حاکم اپنے آپ کو اپنی عوام کے غریب فرد کی زندگی پر رکھے

حضرت علی علیہ السلام حکام کو ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى فَرَضَ عَلَى أَئِمَّةِ الْعَدْلِ أَنْ يُقَدِّرُوا أَنْفُسَهُمْ بِضَعَفَةِ النَّاسِ كَيْلَا يَتَبَيَّغَ بِالْفَقِيرِ فَقْرُهُ۔ (19)

ترجمہ: "اللہ نے عادل اماموں پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ فقیر لوگ اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

وَ لَوْ شِئْتُ لَاهْتَدَيْتُ الطَّرِيقَ إِلَى مُصَفَّى هَذَا الْعَسَلِ وَ لُبَابِ هَذَا الْقَمْحِ وَ نَسَائِجِ هَذَا الْقَزِّ وَ لَكِنْ هَيْهَاتَ أَنْ يَغْلِبَنِي هَوَايَ وَ يَقُودَنِي جَشَعِي إِلَى تَخَيُّرِ الْأَطْعِمَةِ وَ لَعَلَّ بِالْحِجَازِ أَوْ الْيَمَامَةِ مَنْ لَا طَمَعَ لَهُ فِي الْقُرْصِ وَ لَا عَهْدَ لَهُ بِالشِّبَعِ أَوْ أَبِيتَ مِبْطَاناً وَ حَوْلِي بُطُونٌ غَرْثَى وَ أَكْبَادٌ حَرَّى أَ أَقْنَعُ مِنْ نَفْسِي بِأَنْ يُقَالَ هَذَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ لَا أُشَارِكُهُمْ فِي مَكَارِهِ الدَّهْرِ أَوْ أَكُونَ أُسْوَةً لَهُمْ فِي جُشُوبَةِ الْعَيْشِ۔ (20)

ترجمہ: "اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کے لیے ذرائع مہیا کر سکتا تھا۔ ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنالیں اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چن لینے کی دعوت دے۔ حجاز و یمامہ میں شاید ایسے بھی لوگ ہوں کہ جنہیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو، اور انہیں پیٹ بھر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو۔ کیا میں اپنا پیٹ بھر کر سویا رہوں اس حالت میں کہ میرے گرد بھوکے اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں۔ کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیر المؤمنین کہا جاتا ہے؟ مگر میں زمانے کی سختیوں میں مؤمنوں کا شریک نہ بنوں اور زندگی کی بدمزگیوں میں ان کے لیے نمونہ نہ بنوں۔"

حاکم کے آنکھوں کی ٹھنڈک

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ وَ ظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ وإِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ وَ لَا تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ إِلَّا بِحِيطَتِهِمْ عَلَى وُلَاةِ الْأُمُورِ وَ قِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ وَ تَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ۔ (21)

ترجمہ: "بے شک حکمرانوں کے لیے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل اور انصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے۔ ان کی محبت اس وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب ان کے دلوں میں میل نہ ہو۔ اور ان کی خیر خواہی اسی صورت ثابت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کے لیے گھیرا ڈالے رہیں۔ ان کا اقتدار سر پر پڑا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمے کے لیے گھڑیاں گنتے رہیں۔"

حکومت حق ہے یا فریضہ؟

مسئلہ یہ ہے کہ: کیا حکومت کرنا ایک حق ہے یا ایک ذمہ داری ہے؟ حاکم کو حکومت کرنے کا حق ہے یا اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کرے؟ کون سا انسان حکومت کر سکتا ہے؟ یا کس انسان کو حکومت کرنی چاہیئے؟ نہج البلاغہ کی نظر میں حکومت حق بھی ہے اور ذمہ داری بھی ہے لیکن اس شخص کے لئے جو حکومت کے شرائط اور معیار کا حامل ہو، ذمہ داری اس صورت میں ہے کہ حکومت کو قبول کرے وہ اس ذمہ داری سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ حکومت مقصد ہے یا وسیلہ؟ ایک شخص یا ایک گروہ کی حکومت مقصد ہے یا ایک وسیلہ ہے؟ اگر وسیلہ ہے تو کس ہدف کے لئے ہے؟ حاکم حکومت کے ذریعہ کس مقصد تک پہنچنا چاہتا ہے اور سماج کو اس منزل تک پہونچانا چاہتا ہے؟

دوسرا مسئلہ جس کی نہج البلاغہ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، وہ یہ ہے کہ کیا حکومت ایک حق ہے یا ایک فریضہ؟ حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) اپنے مختصر سے بیان میں حکومت کو حق بھی سمجھتے ہیں اور فریضہ بھی، لیکن اس طرح بھی نہیں ہے کہ جس شخص کے لئے بھی لوگوں کے امور کی سرپرستی کے شرائط فراہم ہوگئے اور کسی بھی طریقے سے اپنا پرچار کرکے، ان روش کو اختیار کرکے جس کو عام طور سے طالبانِ قدرت بہتر جانتے ہیں ان روش کو اختیار کرے اور عوام کی نظر کو جذب کرکے حکومت کرسکے۔

جب حکومت حق ہے تو یہ حق کچھ خاص افراد کا حق ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ طبقہ کوئی ممتاز طبقہ ہے۔ بلکہ اسلامی معاشرے میں ہر ایک کو یہ موقع دیا گیا ہے کہ وہ خود کو ان صفات سے آراستہ کرے ہر شخص ان شرائط کو حاصل کر سکتا ہے، لیکن زمانۂ پیغمبر (ﷺ) کے بعد ایک استثنائی دور تھا۔ نہج البلاغہ اپنے بیانات کو عمومی طور پر پیش کرتا ہے اور اس حق کی طرف بارہا اشارہ کرچکا ہے۔ حضرت امام علی (علیہ السلام) نے آغاز خلافت میں ایک خطبہ دیا ہے جس کو خطبۂ شقشقیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپؑ اس خطبہ میں فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّي مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَى يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَ لَا يَرْقَى إِلَيَّ الطَّيْرُ۔ (22)

ترجمہ: "خلافت میں میری مثال چکی کی اس کھوٹی کی طرح ہے جس کے بغیر چکی چل نہیں سکتی مجھ سے علوم و معارف کا چشمہ جاری ہے اور کوئی طائر فکر میری بلندی تک پرواز نہیں کر سکتا۔"

شوری کے وقت اہل شوری سے فرمایا:

لَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِي۔ (23)

ترجمہ: "اے لوگو تم کو معلوم ہے کہ میں حکومت و خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔"

امام (علیہ السلام) نہج البلاغہ میں حکومت کو حق سمجھتے ہیں جس کو آپ نے واضح طور پر بیان کیا ہے اس کے فوراً بعد فرماتے ہیں:

وَوَ اللهِ لَأُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ أُمُورُ الْمُسْلِمِينَ وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا جَوْرٌ إِلَّا عَلَيَّ خَاصَّةً۔ (24)

ترجمہ: "خدا کی قسم خلافت کو دوسرے کے حوالے کر دیتا ہوں جب تک مسلمانوں کے امور منظم رہیں اور اس خلافت میں میری ذات کے علاوہ کسی اور پر ظلم نہ ہو جب تک فقط میری ذات پر ظلم ہوگا صبر کروں گا، سر تسلیم خم ہے۔ جب تک کام اپنے طریقے پر انجام ہوتا رہے گا میں حکومت کی خدمت کرنے میں مصروف رہوں گا۔"

رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی اسی طرح فرمایا تھا:

فَأَمْسَكْتُ يَدِي حَتَّى رَأَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْإِسْلَامِ يَدْعُونَ إِلَى مَحْقِ دَيْنِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَخَشِيتُ إِنْ لَمْ أَنْصُرِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ أَنْ أَرَى فِيهِ ثَلْماً أَوْ هَدْماً تَكُونُ الْمُصِيبَةُ بِهِ عَلَيَّ أَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَايَتِكُمُ الَّتِي إِنَّمَا هِيَ مَتَاعُ أَيَّامٍ قَلَائِلَ يَزُولُ مِنْهَا مَا كَانَ كَمَا يَزُولُ السَّرَابُ أَوْ كَمَا يَتَقَشَّعُ السَّحَابُ فَنَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاحَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ وَاطْمَأَنَّ الدِّينُ وَتَنَهْنَهَ۔ (25)

ترجمہ: "تو میں نے اپنا ہاتھ روک دیا میں نے دیکھا کہ مرتد ہونے والے اسلام سے مرتد ہو کر دین محمد ﷺ کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب میں ڈرا کہ اگر کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہوئے میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں گا تو یہ میرے لیے اس سے بڑھ کر مصیبت ہوگی جتنی یہ کہ تمہاری حکومت میرے ہاتھ سے چلی جائے۔ حکومت تو تھوڑے دنوں کا اثاثہ ہے، اس میں موجود ہر چیز زائل ہو جائے گی، اس طرح جیسے سراب بے حقیقت ثابت ہوتا ہے یا جس طرح بدلی چھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ میں ان بدعتوں کے ہجوم میں اٹھ کھڑا ہوا، یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہو گیا اور دین محفوظ ہو کر تباہی سے بچ گیا۔ "

پہلے میں نے بیعت نہیں کی سر تسلیم خم نہیں کیا لیکن جب میں نے دیکھا کہ کچھ ایسے حوادث پیش آ رہے ہیں کہ جب واقعات کی مصیبت اسلام و مسلمین اور خود امام علی (علیہ السلام) کے لئے، حق حکومت کے چھن جانے کی مصیبت سے زیادہ دشوار اور قابل تحمل نہیں ہے یہ کہ حضرت امام علی (علیہ السلام) حکومت کو ایک حق جانتے تھے قابل انکار نہیں ہے۔

بہتر ہے سارے مسلمان اس مسئلہ کو تعصب کا عینک اتار کر دیکھیں، یہ چیز سنّی اور شیعہ کے درمیان جھگڑا اور لڑائی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، آج ہم اس بات پر اعتقاد رکھتے ہیں پوری کائنات میں شیعہ اور سنّی متحد ہو کر زندگی بسر کریں اور اسلامی بھائی چارگی کو ہر چیز سے زیادہ فوقیت دیں یہ ایک حقیقت ہے یہ تبادلۂ خیال اور اتحاد آج ایک فریضہ ہے اور ہمیشہ یہی ذمہ داری رہی ہے۔ نہج البلاغہ کی ایک علمی اور اعتقادی بحث ہمیں اس حقیقت کا پتہ دیتی ہے۔ ہم سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ اپنی آنکھ پر پٹی باندھ لیں اور جو کچھ نہج البلاغہ نے واضح طور پر کہا ہے اس سے چشم پوشی کر لیں اس حکومت کو حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) اپنا حق سمجھتے تھے اسی طرح اس کو ایک وظیفہ اور ذمہ داری بھی سمجھتے تھے۔ یعنی اس دن جب لوگ حضرت امام علی (علیہ السلام) کے گرد گرد جمع ہو گئے تھے۔

جیسا کہ خود فرماتے ہیں: "میرے دروازے پر لوگوں کا اتنا مجمع جمع ہو گیا تھا کہ میرے بیٹے حسن و حسین علیہم السلام لوگوں کے قدموں سے روندے جا رہے تھے میری عبا پھٹ گئی تھی" علی (علیہ السلام) سے بڑی عاجزانہ طور سے خواہش کر رہے تھے کہ وہ ان کی درخواست کو قبول کر لیں اور ان کی حکومت کی باگ دوڑ سنبھال لیں، حضرت امیر المومنین (علیہ السلام) کی نظر میں حکومت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آپ کا ہدف حکومت نہیں ہے جس کو بعد کی بحث میں واضح ہو جانا چاہیئے، لیکن اس کے باوجود حکومت کو ایک وظیفہ کے طور پر قبول کر لیتے ہیں اور اس سے دفاع کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں:

لَوْلَا حُضُورُ الْحَاضِرِ وَ قِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ وَ مَا أَخَذَ اللهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَلَّا يُقَارُّوا عَلَى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَ لَا سَغَبِ مَظْلُومٍ لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلَى غَارِبِهَا وَ لَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ أَوَّلِهَا۔ (26)

ترجمہ: "اگر لوگوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو چکی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پروری اور مظلوم کی بھوک پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر رکھ دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کے اول کو سیراب کیا تھا۔"

اگر وہ لوگ بیعت کے لئے میرے پاس حاضر نہ ہوتے اور ناصر مل جانے سے حجت تمام نہ ہو جاتی یقیناً خلافت کے اونٹ کی مہار اس کے کوہان پر ڈال دیتا اور آخری خلافت کو اس کے پہلے جام سے سیراب کرتا۔ یعنی جس طرح میں نے پہلی بار اس کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا اس وقت بھی کوئی اقدام نہ کرتا پھر بھی میری نظر میں حکومت کی کوئی قدر نہیں ہے۔ میں مقام و مرتبہ کو حاصل کرنے کے لئے اقدار کو کھو دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اب بھی حاضر ہوں کہ پہلے جام سے ان بھاری مجمع کو سیراب کروں، جس طرح روز اول میں نے کنارہ کشی اختیار کی پھر بھی دوبارہ کنارہ کشی کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ آپؑ اس مطلب کو تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دَعُونِي وَ الْتَمِسُوا غَيْرِي۔ (27)

ترجمہ: "مجھے چھوڑو کسی دوسرے کو اپنا ولی بناؤ۔"

لیکن امام علی (علیہ اسلام) جس وقت ذمہ داری محسوس کرتے ہیں اور زمینہ آمادہ پاتے ہیں کہ وہ اس عظیم اور بنیادی ذمہ داری کا بیڑا اٹھا سکتے ہیں تو حکومت کو قبول کر لیتے ہیں۔ کیا حکومت حضرت امام علی (علیہ اسلام) کے لئے ہدف ہے یا وسیلہ؟ حضرت امام علی (علیہ السلام) اور دوسروں کی حکومت کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے۔ حضرت امام علی (علیہ السلام) کے لئے حکومت ہدف نہیں بلکہ معنوی اقدار تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

حوالہ جات

1۔ نہج البلاغہ خطبہ 103، صفحہ 239
2۔ نہج البلاغہ خطبہ، صفحہ خطبہ 162ص339
3۔ نہج البلاغہ خطبہ 129، صفحہ 287
4۔ نہج البلاغہ خطبہ 214، صفحہ 465
5۔ نہج البلاغہ خطبہ 144، صفحہ 303
6۔ نہج البلاغہ، مترجم مفتی جعفر حسین، صفحہ 304
7۔ نہج البلاغہ خطبہ 214، صفحہ 465
8۔ نہج البلاغہ، مکتوب 10، صفحہ 509
9۔ نہج البلاغہ، مکتوب 53، صفحہ 581
10۔ نہج البلاغہ خطبہ 40، صفحہ 148
11۔ نہج البلاغہ خطبہ 171، صفحہ 355
12۔ نہج البلاغہ، مکتوب 53، صفحہ 587
13۔ نہج البلاغہ، مکتوب 53، صفحہ 582

14۔ نہج البلاغہ مکتوب 53، صفحہ 589

15۔ نہج البلاغہ خطبہ 40، صفحہ 148

16۔ نہج البلاغہ خطبہ 40، صفحہ 184

17۔ نہج البلاغہ طبہ 103، صفحہ 239

18۔ نہج البلاغہ، مکتوب 53، صفحہ 581

19۔ نہج البلاغہ خطبہ 207، صفحہ 451

20۔ نہج البلاغہ، مکتوب 45، صفحہ 568

21۔ نہج البلاغہ مکتوب 53، صفحہ 589

22۔ نہج البلاغہ خطبہ 3، صفحہ 72

23۔ نہج البلاغہ خطبہ 72، صفحہ 176

24۔ نہج البلاغہ خطبہ 72، صفحہ 176

25۔ نہج البلاغہ، مکتوب 62، صفحہ 609

26۔ نہج البلاغہ خطبہ 3، صفحہ 74

27۔ نہج البلاغہ خطبہ 90، صفحہ 220